اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

توضیحِ روایات در بیانِ ترکِ دنیا

از

فاضل العصر اسعد العلماء حضرت ابو سعید سید محمود صاحب تشریف اللّٰہیؒ

مہدویہ کے پاس ترکِ دنیا کا جو مفہوم ہے اُس سے واقف ہونا بہت ضروری ہے۔ عام طور پر لوگ یہود و نصاریٰ وغیرہ کی رہبانیۃ کے تذکرہ میں "رہبانیۃ" کا ترجمہ "ترکِ دنیا" کرتے ہیں جس کی وجہ بادی النظر میں مہدویہ کی اصطلاح "ترکِ دنیا" پر رہبانیۃ کا شبہ پیدا ہو جاتا ہے حالانکہ وہ ترجمہ ہی غلط اور اُصولِ اسلام کے مغائر ہے کیونکہ اسلام میں رہبانیۃ کی نفی کی گئی ہے اور ترکِ دنیا کا حکم دیا گیا ہے۔

لفظِ دنیا کا استعمال آخرت کے مقابل ہوتا ہے یا دین کے مقابل ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید میں بھی ایسے استعمال کی نظیریں موجود ہیں۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُہُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ۫ وَ مَا لَہُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ﴿22﴾ (سورۃ اٰل عمران)

ترجمہ:- یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں حبط ہوگئے اور اُن کا کوئی مددگار نہیں۔

وَ ذَرِ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا دِیۡنَہُمۡ لَعِبًا وَّ لَہۡوًا وَّ غَرَّتۡہُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا ۔۔الخ (سورہ الانعام۔70)

ترجمہ:- اُن لوگوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دو جنھوں نے اپنے دین کو لہو و لعب سمجھا اور اُن کو حیاتِ دنیا نے مغرور

کر دیا۔

پہلی آیت میں لفظِ "دنیا" "آخرت" کے مقابلہ میں اور دوسری آیت میں "دین" کے مقابلہ میں آیا ہے جب "دنیا و آخرت" کہتے ہیں تو دنیا سے زمانہ قبلِ موت مراد ہوتی ہے۔ اور جب "دین و دنیا" کہا جاتا ہے تو دنیا سے مراد وہ تمام اُمور ہوتے ہیں جن کو دین سے تعلق نہ ہو گویا تمام ممنوعاتِ دین کو دنیا کہا جاتا ہے۔ اِس مفہوم کے لحاظ سے "ترکِ دنیا" کے معنی "ترکِ ممنوعاتِ دین" ہوئے اور یہی عین دین و عین اسلام ہے۔

بہت ساری آیات و احادیث سے صراحتہً دنیا کی مذمت ثابت ہے اور مؤمن کو اِس سے بچنے کا حکم دیا گیا اور خلاف ورزی کی سزاء دوزخ قرار دی گئی ہے۔ اِس لئے ہر مؤمن و مسلم پر لازم ہے کہ خدا و رسولؐ نے جس کی مذمت اِس شدت سے کی ہو اُس سے احتراز کرے بلکہ احادیث میں "ترکِ دنیا" کے لفظ اور اُس کی فضیلت بھی پائی جاتی ہے۔ ہم چند احادیث تمثیلاً یہاں درج کرتے ہیں۔

(1) ترکو الدنیا لاھلھا (کنزل العمال)

ترجمہ:- تم دنیا کو اہلِ دنیا ہی کے لئے چھوڑ دو۔

(2) ترک الدنیا امر من ابصر و اشد من حطم السیوف فی سبیل الل و لا یترکھا احدا لا اعطاء اللہ مثل ما یعطی الشھداء (کنزل العمال)

ترجمہ:- "ترکِ دنیا" ایلوئے سے زیادہ تلخ ہے اور خدا کی راہ میں تلوار چلانے سے زیادہ سخت ہے اور "ترکِ دنیا" وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ توفیق عطا فرمائے جیسا کہ شہداء کو عطا فرمایا ہے۔

(3) من عرضت لہ الدنیا والآخرۃ فاخذ الآخرۃ و ترک الدنیا فلہ الجنۃ و ان اخذ الدنیا و ترک الآخرۃ فلہ النار (کنزل العمال)

ترجمہ:- جس کے سامنے دنیا و آخرت دونوں پیش ہوں اور اُس نے آخرت کو اختیار کیا اور دنیا چھوڑ دی اُس کے لئے

جنت ہے اور جس نے آخرت چھوڑ دی اور دنیا کو اختیار کیا اُس کے لئے دوزخ ہے۔

اِس سے ظاہر ہے کہ "ترکِ دنیا" کا اسلام میں بہت بلند مقام ہے۔اِس لئے جو لوگ "رہبانیتہ" کا ترجمہ "ترکِ دنیا" کرتے ہیں تعلیماتِ اسلام سے ناواقف رہنے کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اسلام میں رہبانیت نہیں۔ " لَا رُهْبَانِيَتَه فِىْ الْإِسْلَامْ۔ "رہبانیته" اور "ترکِ دنیا" کا بین فرق یہ ہے کہ رہبانیتہ میں فطری قوتوں کو معطل و ناکارہ کر دیا جاتا ہے۔ جیسے خصی ہو جانا یا کسی عضو کو بے حس بنا دینا وغیرہ۔اِس کے بر خلاف قوائے فطریہ کو جائز طریقوں سے استعمال کرنا۔ دین و آخرت کو ترجیح دینا، عبادت و ریاضت اور دین کی خدمت میں مشغول و منہمک رہنا اصطلاحِ اسلام میں رہبانیتہ نہیں بلکہ زہد کہا جاتا ہے۔ چنانچہ زہد کی تعریف امام غزالیؒ نے یہ بیان کی ہے۔:-

الزهد عبادة عن رغبتهٖ عن الدنيا عدو لاً الٰى الاٰخرة او عن غير الله عدو لا الٰى الله و هى الدرجة العليا (احيا العلوم)

ترجمہ:- آخرت کی طرف مائل ہو کر دنیا سے روگرداں ہونا زہد ہے یا غیر اللہ سے منھ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا زہد ہے اور یہ زہد کا بہت بلند درجہ ہے۔

زہد کے متعلق بہت فضائل احادیث میں بھی وارد ہیں:-

اذا اراد لله بعبد خير ازهده فى الدنيا و رغبة فى الآخرة (احياء العلوم)

ترجمہ:- جب اللہ کسی بندہ کی بھلائی چاہتا ہے تو اُس کو زہد فی الدنیا اور رغبت الی الآخرۃ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

افضل الناس مومن متلزهد (احياء العلوم)

ترجمہ:- مؤمن زاہد سب لوگوں میں افضل ہے۔

اِس سے ظاہر ہے کہ "زہد فی الدنیا" عین اسلام ہے۔ اور یہ مؤمن کا بلند مرتبہ ہے۔ اولیائے کرام و صالحینِ عظام اِسی مرتبہ پر فائز رہے ہیں۔ اور اہلِ علم تسلیم کریں گے کہ "زہد فی الدنیا" اور "ترکِ دنیا" بالکل ہم معنی ہیں اِس

لئے ترکِ دنیا کو رہبانیتہ کہنا یا تعلیمِ اسلام کے مغائر قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

اِسی لئے محققینِ صوفیہ کے مسلک میں زہد فی الدنیا و ترکِ دنیا کو فرض ولازم گردانا گیا ہے۔ اولیاء اللہ کی تالیفات و کتبِ سیر میں اِس کی تفصیلات موجود ہیں۔ اور اِسی لئے "ترکِ دنیا" اور اِس کے مفہومات، اکابرِ علمائے ظاہر میں بھی متعارف رہے ہیں۔ البتہ اُن کے پاس مستحب کی حیثیت دی گئی ہے۔ اِس کا اصل سبب وہی ہے جو ہم آگے بیان کر چکے ہیں کہ ائمہ مجتہدین صرف عبادات و معاملات کے مسائل کی کاوشوں میں منہمک رہے۔ عشق و محبتِ الٰہی کے لوازم سے تعلق رکھنے والے مسائل میں اُنھوں نے موشگافی نہیں کی۔ حالانکہ اِن ہی کے مسلمہ اُصول کے لحاظ سے جس امر کی سزاء دوزخ قرار دی گئی ہو اُس کا ترک کرنا فرض ہے۔ قرآنِ مجید کی صاف و صریح آیت ہے کہ:-

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿15﴾
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿16﴾
(سورة هود)

ترجمہ:- جو کوئی حیاتِ دنیا و زینتِ دنیا کا مرید ہو ہم اُن لوگوں کے اعمال دنیا ہی میں پورے کر دیتے ہیں اور وہ دنیا میں گھاٹے میں نہیں رہتے یہ سب ویسے لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتشِ دوزخ کے سوائے کچھ نہیں اور اُنھوں نے جو کچھ (نیکیاں) اِس دنیا میں کی ہیں وہ سب حبط ہو جائیں گی۔ اور جو اچھے کام کرتے ہیں باطل ہیں۔ اِس آیت میں "مَنْ" کا لفظ عام ہے جس میں ہر مرید دنیا داخل ہے خواہ مؤمن ہو یا کافر۔ اور ایک آیت ہے:-

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿37﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿38﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِىَ الْمَاْوٰى ﴿39﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿40﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى ﴿41﴾ (سورة النّٰزعٰت)

ترجمہ:- لیکن جو شخص حد سے گزر گیا اور حیاتِ دنیا کے پیچھے ہو گیا تو بے شک اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور جو شخص اپنے رب کے (عتاب) کے موقع پر ڈرا اور اپنے نفس کو (فاسد) خواہش سے روکا تو بے شک اُس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

دنیا کی مذمت میں اور بہت آیات ہیں مذکورہ آیات سے دوزخ کی سزاء کا حکم صاف ظاہر ہے اِس لئے اِس کا ترک

فرض ہو گا۔ حضرت امامناعلیہ السلام کا عام دعویٰ بصیرۃ پر ہے۔ تقربِ خدا و کمالاتِ روحانی کی تعلیم آپؑ کی بعثت کا مقصد ہے اِس لئے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے ذریعہ اِس فرضیت کا علم عطا فرمایا اور جس کی حجت میں آیاتِ قرآنی بھی موجود ہیں۔ ترکِ دنیا اور توکل کے مسائل اپنی اپنی جن خصوصیات کے حامل ہیں اُن کو سمجھنا اور استدلال و تفہیم میں اُن کو ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے۔ اُصولِ مہدویہ کے معترضین ایسی غلطی کی وجہ لغزش کھاجاتے ہیں۔ کیونکہ ترکِ دنیا کا تعلق حیاتِ دنیا و متاعِ حیاتِ دنیا سے ہے اور توکل کا تعلق اسبابِ تدبیر پر نظر نہ رکھنے سے ہے جس کی توضیح توکل کے بیان میں آئے گی۔ امامناعلیہ السلام نے "حیاتِ دنیا" و "متاعِ حیاتِ دنیا" کی یہ توضیح فرمائی کہ:-

وجودِ حیاتِ دنیا کفر است یعنے زیستن بجان کہ آں را ہستی و خودی گویند ہر چیزے را کہ در کتاب اللہ متاعِ حیاتِ دنیا نام کردہ اند چوں حُبِّ زنان و فرزنداں و اموال و حیوانات و زراعات و تجارت و عمارات و ملبوسات و ما کولات و جز آں ہر کہ ایں اشیاء را مرید و محب باشد و بدیں مشغول گردد او کافر است۔ (نقلیاتِ میاں عبد الرشیدؓ روایت 56 و انصاف نامہ باب5

ترجمہ:- حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ وجودِ حیاتِ دنیا کفر ہے یعنی جان سے جینا کہ جسے ہستی و خودی کہتے ہیں ۔ اور وہ اُمور جن کو کتاب اللہ میں متاعِ دنیا کہا گیا ہے۔ عورتوں اور بچوں کی محبت اور اموال و حیوانات و تجارت و زراعت و عمارات و ملبوسات و ماکولات وغیرہ کا جو شخص عاشق و مرید ہو گا اور اُس میں منہمک و مشغول رہے گا وہ کافر ہے۔

امامناعلیہ السلام نے حیاتِ دنیا سے مراد "ہستی و خودی" اور "متاعِ حیاتِ دنیا" سے مراد اموال و زنان و فرزندان وغیرہ کی محبت بیان فرمائی ہے۔ ہم یہاں متاعِ دنیا کی توضیح کریں گا۔ اِس کے بعد "حیاتِ دنیا" کی بحث کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَ

الْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿14﴾
(سورة اٰل عمران)

ترجمہ:- زینت دیئے گئے ہیں لوگ خواہشات کی محبت سے عورتوں اور بچوں سے متعلق اور سونے وچاندی کے جمع کردہ خزانوں اور نشان زدہ گھوڑوں اور چوپایوں اور کھیتیوں سے متعلق یہ سب بِ متاعِ حیات دنیا ہے اور اللہ تعالیٰ (جو معبودِ بر حق ہے) سب نیکیاں اُسی کی طرف پھیری جانے والی ہیں۔

اِس آیت میں متاعِ حیاتِ دنیا کا صاف بیان موجود ہے اور امامناعلیہ السلام نے بھی "متاعِ حیاتِ دنیا" کی محبت ترک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اِس میں اتنا اشتغال کہ خدا سے غفلت ہو جائے ناجائز قرار دیا ہے۔ اور یہ اِس حکمِ قرآنی کے ٹھیک مطابق ہے جو اللہ تعالیٰ فرمایا:-

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذَالِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ ﴿9﴾ (سورة المنٰفقون)

ترجمہ:- اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں خدا کے ذکر سے غافل نہ کریں اور جو ایسا کریں گے وہ سب خاسرین ہیں۔

اِس سے معلوم ہوا کہ خدا سے غافل ہو کر اموال اور زن و فرزند وغیرہ متاعِ حیاتِ دنیا میں منہمک و مشغول ہو جانا منع ہے۔ صاحبِ زن و فرزند ہونا منع نہیں ہے۔

حضرت میراں علیہ السلام را عرض کردند کہ زن و فرزندان مرا تفرقہ می دہند اگر رضائے خوندکار باشد ایشاں را علٰحدہ کنم۔ میراں علیہ السلام فرمودند ایشاں را دست گرفتہ در بہشت بروید از خود علٰحدہ نہ کنید خدائے تعالیٰ شما را اجرِ بسیار می دہی بواسطہ ایشاں صبر کنید ایں کارِ بزرگ است (نقلیاتِ میاں سید عالمؒ)

ترجمہ:- حضرت مہدی علیہ السلام سے ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ بیوی بچے مجھ میں تفریقہ پیدا کر رہے ہیں اگر

اجازت ہو تو اِن کو الگ کر دیتا ہوں۔ امامنا علیہ السلام نے فرمایا "اُن کا ہاتھ تھامے ہوئے جنت میں لے جاؤ اور اُن کو اپنے سے علٰحدہ مت کرو۔ خدائے تعالیٰ تم کو بہت اجر دے گا۔ اُن کے بارے میں صبر اختیار کرو یہ بہت بڑا کام ہے۔

اِسی لئے آپؑ کی تعلیمات پر جو کہ آیاتِ قرآنی سے مطابقت رکھتی ہیں، "رہبانیۃ" کا شبہ بھی نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ رہبانیۃ میں مناکحت وغیرہ طبعی خواہشوں کو ترک کیا جاتا ہے اور اِن تعلیمات کا مقصد طبعی وارداتی خواہشوں کو فی سبیل اللہ محصور کر دیناہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

لِلۡفُقَرَآءِ الَّذِيۡنَ اُحۡصِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ ضَرۡبًا فِى الۡاَرۡضِ يَحۡسَبُهُمُ الۡجَاهِلُ اَغۡنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ‌ۚ تَعۡرِفُهُمۡ بِسِيۡمٰهُمۡ‌ۚ لَا يَسۡـئَلُوۡنَ النَّاسَ اِلۡحَافًا‌ؕ (سورۃ البقرۃ۔273)

ترجمہ:- اُن فقراء کے لئے ہے جو اللہ کے راستے میں محصور ہیں۔ زمین (دنیا) میں (کمانے کے لئے) چل پھر نہیں سکتے ہیں۔ اُن کے سوال نہ کرنے کے سبب نادان، اُن کو غنی سمجھتا ہے۔ تو اُن کو اُن کی نشانیوں سے پہچان لے گا۔ وہ فقراء کسی سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔

یہ آیت اصحابِ صفہؓ کی شان میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لوگ معذور و مریض تھے ممکن ہے اُن میں چند معذور ہوں لیکن پوری جماعت معذوروں کی نہیں تھی کیونکہ اُن کی ایک خصوصیت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ:-

وکانوا تخرجون فی کل سریۃ بعثھا رسول اللہ صلعم (تفسیرِ کبیر کشاف معالم وغیرہ)

ترجمہ:- ہر سریہ میں شریک رہتے تھے۔ جس کو رسول اللہ ﷺ بھیجتے تھے۔

اگر یہ معذور ہوتے تو "سریہ" و "جہاد" میں شریک ہونے کے قابل نہ رہتے۔ " اُحۡصِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ " سے مراد اپنی قوتوں اور اپنے ارادوں و افعال کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند کر لینا اور " لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ ضَرۡبًا فِى الۡاَرۡضِ " سے یہ مراد ہے کہ وہ جماعت کسب و تجارت وغیرہ معاملاتِ معاش سے بے تعلق تھی۔ " ضَرۡبًا فِى الۡاَرۡضِ " کے معنی چلنے پھرنے کمانے کجانے کے ہیں۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ:-

لان اشتغالھم بصلاح الدین و باصر الجھاد نمیعھم من الاشتغال بالکسب و التجارۃ۔

ترجمہ:- صلاحِ دین وامرِ جہاد میں مشغول رہنے کی وجہ کسب و تجارت سے باز رہتے تھے۔

اور ایک جگہ لکھتے ہیں:-

ھولاء قوم کانوا مشتغلین یذکر اللہ و طاعتہ و عبودیتہ و کانت شدۃ استغراقھم فی تلک اطاعۃ احصرتھم عن الاشتغال بسایر المھمات۔

ترجمہ:- وہ سب اللہ کے ذکر اور اُس کی اطاعت وعبودیت میں اِتنی شدت سے مستغرق تھے کہ وہ لوگ (کمانے کجانے کے) تمام معاملات سے (بے تعلق ہو کر) اِس اطاعت میں محصور ہو گئے تھے۔

اِس سے ظاہر ہے کہ تبلیغِ دین اور وصال الیٰ المطلوب کے لئے "متاعِ حیاتِ دنیا" کی محبت ترک کرنا لازم ہے۔ یہی وجہ ہے دعوئے نبوت ورسالت کے بعد کے طویل عرصہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ کسب و تجارت میں مشغول ہونے کی سند کوئی نہیں بتلا سکتا۔ آپؐ نے دین کی خدمت اور عبادت وریاضت کے لئے اپنے کو وقف فرمالیا تھا۔ دن رات اِسی مصروفیت میں گزرتے تھے۔ اہلِ بیت کے فقر وفاقہ کی روایات کتبِ احادیث وسیر میں بکثرت موجود ہیں۔ اگر وہ چاہتے تو کس قدر سہولیں اُن کو حاصل نہ ہو سکتیں۔ اِس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فقر اختیاری تھا۔ پس اصحابِ صفہؓ و اولیائے کرامؒ کا مسلک بھی یہی رہا ہے۔

اِس کے یہ معنی نہیں کہ مؤمن کے لئے کسب کی اجازت ہی نہ تھی یا یہ کہ کسب ناجائز ہے۔ آیات واحادیث میں مؤمن کے لئے کسبِ حلال کی اجازت ہے اور خود امامنا علیہ السلام نے بھی بلالحاظِ مدارج قطعاً ناجائز یا حرام نہیں قرار دیا ہے۔ چنانچہ روایت (18) ملاحظہ ہو کہ ایک عالم کے سوال کے جواب میں آپؐ نے فرمایا کہ:-

"مؤمن را کسب حلال است مؤمن باید شد در قرآنِ مجید تامل باید کرد کہ مؤمن کرامی

گویند"

ترجمہ:- مؤمن کے لئے کسب حلال ہے مؤمن بننا چاہیئے اور قرآنِ مجید میں غور تو کرو کہ مؤمن کس کو کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائے بعثتِ امامنا علیہ السلام سے آج تک جماعتِ مہدویہ میں فقراء و کاسبین کے دو طبقے پائے جاتے ہیں۔ البتہ اِن میں درجاتِ سلوک کا فرق ضرور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں جتنی زیادتی ہوتی جائے گی اتنا ہی دنیا سے بے تعلقی بڑھتی جائے گی۔ یہاں تک کہ احکامِ فرائضِ ولایت سب پر فرض ہیں۔

حاصل یہ کہ آیتِ مذکورہ میں اصحابِ صفہؓ کی ایک خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کسب و تجارت میں مشغول نہ ہوسکتے تھے۔ "یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف" سے مراد ہے کہ "حالتِ فقر" کے باوجود غنا کی صفت سے متصف تھے۔ اُن کا استغناء بھی پایا کا تھا کہ نادان لوگ اُن کو "غنی" سمجھتے تھے "تعفف" کے معنی سوال سے بچنے کے ہیں۔ غیر اللہ کے سامنے اپنے فقر و احتیاج کو بحیثیتِ سوال و استداد ظاہر نہ کرنا اُن کی خصوصیت تھی۔

خلفائے راشدین وغیرہ جو "امیر المومنین" کے درجہ پر فائز رہے ہیں اُن کی امارت کا حال بھی دیکھئے کیا تھا۔

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند ☆☆☆ در شہنشاہی فقیری کردہ اند

در امارت "فقر" را افزودہ اند ☆☆☆ مثل سلماں در مداین بودہ اند

حکمرانی بود و ساماں نداشت ☆☆☆ دستِ او جز تیغ و قرانے نداشت

(اقبالؔ)

غرض حضرت امامنا علیہ السلام نے بھی "سوال کو حرام" قرار دیا ہے جو فقراء کی خصوصیت "تعفف" کے عین مطابق ہے۔ آپؑ نے فرمایا "ہرچه خواہی از خدا خواہ" یعنی جو کچھ مانگنا ہو خدا سے مانگو۔ دستِ سوال دراز کرنا تو کجا؟ حالتِ سوال سے بھی آپؑ کے فقراء احتیاط کرتے تھے۔ "روایات دربیانِ توکل" اور روایات دربیانِ

احکامِ دائرہ میں اِس کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ یہ تو فقرِ اختیاری کی گفتگو ہے لیکن حالتِ اضطرار میں جب کہ "حرام" کو حلال قرار دیا جاتا ہے اُس وقت بھی امامنا علیہ السلام نے اتباعِ احکام واحصار فی سبیل اللہ کی حفاظت کے لئے شعور کو بیدار رکھنے کی سعی فرمائی ہے۔ اِس طرح کہ ایسی صورت میں کچھ کسب کرلے۔"

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیری اولیٰ ☆☆☆ ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی 1 (اقبال)

روایت ہے کہ مہاجرینؓ کی مجلس میں میراں سید محمد مہدی علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی (فقیر) خدائے تعالیٰ پر توکل نہ کرسکے اور ہلاک ہونے کی نوبت آئے تو کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا کہ "جائے اور ایک یا دو چیتل (ٹکے) کسب کرکے کھائے۔۔۔ الخ (انصاف نامہ باب 5)

پھر آپؑ نے فرمایا کہ "اگر ایک چیتل کسب کرے گا تو (کہیں) دوسرے روز دو چیتل کسب کرنا چاہے گا۔ ہشیار رہے اور حرص نہ کرے اور زیادہ طلب نہ کرے تو خدائے تعالیٰ نہیں پوچھے گا۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ نے رخصت دی ہے کہ "جو شخص مضطر ہو اور خلاف ورزی کرنے والا نہیں ہے اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا ہے تو اُس پر کچھ گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (جز2 رکوع 5) (انصاف نامہ باب 5) اِس کی تفصیل توکل کے بیان میں آئے گی۔

"تعرفهم بسیماهم" سے مراد ہے کہ تم اُن کی پیشانیوں کی نورانی علامات سے اُن کو پہچان سکتے ہو گڑ گڑاتے ہوئے سوال کرنے والوں کا "فقراء" کی اِس جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ "لایسالون الناس الحیافا" بظاہر علامات یہی ہیں کہ اُن کی عبادت وریاضت، رشد وہدایت، بود وباش۔ وضع ولباس میں احکامِ خدا وخاتمین کی تقلید پائی جاتی ہو فی الحقیقت فقیر کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اِس میں نورِ یقین جلوہ گر ہو جائے اور اِس حیثیت سے کسی فقیر کو پہچاننا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ اِسی لئے امام محی الدین ابن عربیؒ اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

اتهم عرفاء فقراء اهل الله لا یعرفهم الا الله و من هو منهم (تفسیر محی الدین ابن عربی نصف اول صفحه 97)

ترجمہ:- وہ سب عارفین فقراء اہل اللہ ہیں۔ اُن کو اللہ ہی جانتا ہے اور وہ بھی جان سکتا ہے جو اِنہی فقراء میں سے ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لینے کے قابل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان " وَاللّٰہُ غَنِیُّ وَّ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ " میں فقراء کا لفظ عام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا محتاج ہونے کی حیثیت سے ہر فرد و بشر اِس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ لیکن " لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ الخ " میں فقراء کا جو لفظ ہے وہ خاص ہے اِس لئے محض محتاج ہونے کے معنوں میں ہر فرد و بشر فقراء کی اِس جماعت میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

اِس مختصر توضیح سے ظاہر ہے کہ امامنا علیہ السلام نے "ترکِ متاعِ حیاتِ دنیا" کی جو تعلیم دی وہ قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ روایت (69) میں صاف و صریح بیان موجود ہے کہ۔ "حضرت مہدی علیہ السلام ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنی ذات خدائے تعالیٰ کے حوالے کر دو۔ نہ کسی شخص کے ساتھ مشغول رہو نہ کسی چیز کی خواہش رکھو بجز خدائے تعالیٰ کی ذات کے۔ مخلوق سے ذرا بھی احتیاج نہ رکھو۔ اصحابِ صفہؓ جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مشہور جماعت تھی اِنھیں صفات سے متصف تھی۔ (اِس روایت میں آگے چل کر یہ آیت بھی بیان کی گئی ہے کہ:-

كما قال الله تعالىٰ :- وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّ اتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ط (سورۃ النسآء125)

ترجمہ:- جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- اور از روئے دین اُس شخص سے کوئی اچھا بھی ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا ہے؟ اور وہ بھی نیکی کرنے والا ہے اور اُس نے ابراہیم کے دین کی پیروی اختیار کی ہے۔ امامنا علیہ السلام نے ترکِ محبت متاعِ دنیا کی ہی تعلیم پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ یہ بھی کہ مؤمن آخرت کے ثواب پر بھی نظر نہ رکھے۔ آپؑ نے طالبِ دنیا کی مثال مونث سے اور طالبِ عقبیٰ کی مثال نامرد سے اور طالبِ مولیٰ کی مثال مرد سے دی ہے اور ایک وقت آپؑ نے فرمایا:-

" ہرچه خواہی از خدا خواہ اگر آب و نمک و ہیزم خواہی از خدا خواہ و رخصت انیست عزیمت آنست که گفته اند۔"

ترجمہ:- جو کچھ چاہتے ہو خدا سے چاہو۔ پانی، نمک، لکڑی بھی چاہتے ہو تو خدا ہی سے چاہو یہ رخصت ہے۔ عالیت تو وہی ہے جو بیان کرتے ہیں۔

ہشت جنت گر دہندت سر بسر ☆☆☆ تُو مَشو راضی از انہا در گزر

عالی ہمت باش دل باحق بہ بند ☆☆☆ تُو ہمائے قافِ قربی رو بلند

ترجمہ:- اگر پوری آٹھ جنتیں بھی تجھ کو دے دی جائیں تو اُن سے خوش نہ ہو جا۔ بلکہ طلبِ حق میں آگے بڑھ جا بلند ہمت رہ اللہ سے دل کو وابستہ رکھ۔ جب تک تو قافِ قربی کا ہما ہے بلند اڑتا چلا جا۔

دوزخ کو خوف یا بہشت کا شوق اگر ہو تو عبادات وریاضات کا تعلق پھر بھی ایک حیثیت سے غیر اللہ ہی سے متبعو پاتا ہے اِس لئے دیدار کے سوائے کسی اور صلہ کی تمنا مؤمن کے خوف و شوق کا مرکز نہ بننا چاہیئے کیونکہ حصولِ دیدارِ خدا ہی عین جنت ہے۔

واعظ کمالِ ترک سے ملتی ہے یہ مراد ☆☆☆ دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے ☆☆☆ اے بے خبر جزاء کی تمنا بھی چھوڑ دے

مہدویت کا مرکز صرف خدائے تعالیٰ کی ذات ہے تعلیماتِ امامنا علیہ السلام میں بلحاظ دین غیر اللہ کو مرکزیت اختیار کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔

گر بہ "اللہ الصمد" دل بستۂ ☆☆☆ از حد اسباب بیروں جستۂ

غرض ترکِ متاعِ حیاتِ دنیا کے یہی معنی ہیں کہ اُس کی محبت اور خدا سے غفلت نہ ہو اور بس۔!!!

"ترکِ دنیا" کی پہلی مشق مہدی علیہ السلام کی توضیح کے لحاظ سے "حیاتِ دنیا" ہے۔ اِس کے معنی آپؐ نے ترکِ ہستی

وخودی بیان فرمائے ہیں۔ گویا ترکِ دنیا کی ظاہری صورت "ترکِ محبتِ متاعِ دنیا" ہے جس کا بیان ہو چکا۔ ترکِ دنیا کی باطنی صورت ترکِ ہستی و خودی ہے۔

نفیِ ہستی اِک کرشمہ ہے دلِ آگاہ کا ☆☆☆ "لا" کے دریا میں نہاں موتی ہے "الا اللہ" کا (اقبالؔ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿110﴾ (سورۃ الکھف)

ترجمہ:- جس کو اپنے پروردگار کے دیدار کی تمنا ہو اُس پر واجب ہے کہ عملِ صالح (ترکِ شرک وخودی) اور اُس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ جانے۔

غور کرنا چاہیئے "عملِ صالح" کو "لقاءرب" کا "سبب" قرار دیا گیا ہے۔ پس یہاں عملِ صالح سے وہی مراد ہو سکتی ہے جو سببِ لقاء ثابت ہو سکے۔ وجودِ توحیدِ باری تعالیٰ کے اقرار و علم کی ابتداء بھی ترکِ شرک سے ہوتی ہے اور اِس کی انتہا بھی ترکِ شرک سے ہوتی ہے۔ شرکِ جلی سے تو ابتداء ہی میں بچنا آسان ہے اور یہ مؤمنِ شرعی ہے لیکن شرکِ خفی سے بچنا آسان نہیں۔ مؤمنِ حقیقی وہ ہے جو معرفتِ توحید میں ترقی پاتے ہوئے شرکِ خفی میں "شرک اسباب" بھی داخل ہے۔ اسباب پر سے نظر اٹھا کر صرف مسبب سے وابستہ ہو جانا مؤمنِ حقیقی کی شان ہے۔ اور ایسا ہی مؤمن اللہ کے لقاء کی اُمید کر سکتا ہے۔ ترکِ شرک کا کمال یہ ہے کہ "ترکِ خودی" بھی ہو جائے۔

اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے خاتمِ ولایتِ محمد یہ داعی الی البصیرۃ حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام کے ذریعہ "عملِ صالح" کے معنی "ترکِ دنیا" بیان فرمائے ہیں اور ترکِ دنیا کے معنی "ترکِ ہستی وخودی" ہیں۔ اور یہ انتہائے کمالِ ترکِ شرک ہے اور "ترکِ شرک" سبب "لقائے رب" ہے کیونکہ "عملِ صالح" کی تفسیر میں اللہ نے " وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا " فرمایا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ "ترکِ دنیا" سببِ لقائے رب ہے اِسی لئے امامنا علیہ السلام نے بحکمِ خدا و بموجبِ آیتِ مذکورہ ہر مرد و عورت کے لئے فرض فرمایا ہے۔ اور اِس کے لئے "صحبتِ صادقاں" اور "ذکرِ خفی" کی

تعلیم پر عمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جس کے بغیر کسی مؤمن کو حیاتِ طیبہ میسر نہیں آسکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-"مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ "(سورۃ النحل-97)

ترجمہ:- جس نے عملِ صالح (ترکِ شرک وخودی) کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اور وہی مؤمن ہے پس ہم ضرور اُس کی حیاتِ طیبہ (شرک سے پاک زندگی) عطا کریں گے۔

اور حیاتِ طیبہ یہی ہے جو حضرت رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا کہ:-"مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا"۔ یعنی تم مرنے سے پہلے مر جاؤ۔ نیز فرمایا:-

" الدنیا نفسک فاذا افنیھا فلا دنیا لک " یعنی دنیا تیرا نفس (خودی) ہے جب تو نے اُس کو فنا کر دیا تو پھر تیرے لئے دنیا نہیں ہے۔

اضطراری موت وہ ہے جو امراض وحوادث کے ذریعہ وقتِ مقررہ پر آتی ہے۔ اختیاری موت یہ ہے کہ اپنا ہر ارادہ اور ہر کام صرف اللہ ہی کے لئے ہو اور رضا و تسلیم کا مرتبہ حاصل کر لے۔ ایسے ہی مؤمن کی نسبت قرآنِ مجید میں بیان کیا گیا ہے۔

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِىۡ وَنُسُكِىۡ وَمَحۡيَاىَ وَمَمَاتِىۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿162﴾ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿163﴾ (سورۃ الانعام)

ترجمہ:- بے شک میری نماز، میری عبادتیں، میرا جینا، میرا مرنا سب کچھ صرف اللہ کے لئے ہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور میں پہلا مسلمان ہوں۔

حاصلِ کلام یہ کہ ترکِ خودی (جو انتہائے کمالِ ترکِ شرک ہے) کی وجہ "اطلاقیت" حاصل ہو گی۔ اور خدا چاہے تو مشکوٰۃِ ولایتِ محمدیہؐ کے ذریعہ دیدار نصیب ہو گا۔

اگرچہ بعض مفسرین نے "عملِ صالح" سے نماز مراد لی ہے اِن معنوں کے لحاظ سے بھی "نماز" معراج المؤمنین کا درجہ اُس وقت تک حاصل نہیں کر سکتی جب تک کہ کمالِ ترکِ شرک نصیب نہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے تعلیمِ احسان کے تحت فرمایا ہے کہ:-

"ان تعبد الله كانک تراه وان لم تكن تراه فانه يراک"

ترجمہ:- تو اللہ کی عبادت اِس طرح کر گویا کہ خدا کو دیکھ رہا ہے اگر تو نہیں دیکھتا ہے تو یہ سمجھ لے کہ خدا تجھ کو دیکھ رہا ہے۔ چونکہ کمالِ ترکِ شرک ہی ترکِ خودی ہے اور اِسی کو اصطلاحِ مہدویہ میں "ترکِ دنیا" کہتے ہیں اور یہی "لقائے رب" کا سبب ہے اِس لئے فرض ہے۔

تیرا اِمام بے حضور تیری نماز بے سرور ☆☆☆ ایسی نماز سے گزر ایسے اِمام سے گزر

طریقۂ مہدویہ کے لحاظ سے یہاں ایک اور نوعیت کی توضیح ضروری ہے۔ جس طرح داخلِ اسلام ہونے اور ترکِ شرکِ جلی اختیار کرنے کے لئے صدقِ دل سے بطورِ اقرار باللسان کلمۂ طیبہ کہنے کی ضرورت ہوتی ہے اِسی طرح داخلِ طالبانِ خدا ہونے اور "ترکِ خودی شرکِ خفی" یعنے ترکِ دنیا کے لئے صدقِ دل سے اقرار باللسان کی ضرورت ہے۔ جس طرح شرائطِ اقرار باللسان کی تکمیل کے بغیر کوئی شخص تعلیماتِ اسلام پر عمل کر لینے سے حکماً تارک الدنیا نہیں کہلایا جاسکتا۔ اور قبولِ اسلام کے بعد قصورِ اعتقاد و عمل کی صورت میں احکام جس طرح عاید ہوا کرتے ہیں اِسی طرح اقرارِ "ترکِ دنیا" کے بعد بھی قصورِ اعتقاد و عمل کی صورت میں احکام عاید ہوتے ہیں۔

مسئلہ "ترکِ دنیا" کی اِس مختصر توضیح سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ کس قدر اعلیٰ و ارفع تعلیم ہے۔ اور یہ بھی محسوس کر سکتے ہیں کہ بعض مخالفین مثلاً "ہدیۂ مہدویہ" وغیرہ نے "ترکِ دنیا" کو رہبانیت اور مسلماتِ اہلِ سنت کے مغائر اور کسب کو حرام سمجھ لیا ہے وہ صحیح نہیں۔ مذکورۃ الصدر توضیحی بحث کے بغیر بھی امامنا علیہ السلام نے فرمایا کہ:-

"کسب و تجارت کی شریعت میں اجازت ہے۔ لیکن اجازت کی خصوصیت یہ ہے کہ کاسب و تاجر کی نیت یہ رہے کہ

عبادت کر سکے اور احکام بجالانے اور ممنوعات سے بچنے کے لئے اُس میں قوت و توانائی رہ سکے اور ڈر تا رہے کہ کہیں حرص و خیانت میں مبتلاء نہ ہو جائے۔ اگر کسب و تجارت میں یہ لحاظ نہ رہے اور دل میں تفاخر و تکاثر پیدا ہو جائے یا صرف کھانے اور کمانے میں منہمک ہو جائے (یہ تو بڑی بات ہے) اگر چہ کسب نہ بھی کرے اور دن رات عبادت و تعلیمِ علمِ شریعت میں اور عزلتِ خلق میں مشغول بھی رہے لیکن اِس کی نیت ایسے کاموں سے صرف دنیا ہی ہو تو اِس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ جس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا ہو گا۔"

اور روایت (116) ملاحظہ ہو کہ "حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو لوگ (فقراء) ہجرت کر کے خدا کی راہ میں آئے ہیں وہ اُمورِ معیشت میں سے جو کام بھی کرتے ہیں۔ پانی لانا، لکڑی پھوڑنا، آگ جلانا، کھانا، پکانا، اور کوئی چیز گردن پر رکھ کر لانا اور بیویوں بچوں سے دل بہلائی کرنا سب کچھ از روئے حکمِ کتاب اللہ تعالیٰ "عملِ صالح" میں داخل ہے۔"

اِس روایت سے ظاہر ہے کہ اُمورِ معیشت ضروریہ کو جب کہ وہ للّٰہی اغراض پر مبنی ہوں "عملِ صالح" میں داخل قرار دیا گیا ہے۔ اور ناظرین اِس سے قبل کی بحث ملاحظہ کر چکے ہیں کہ عملِ صالح سے مراد "ترکِ دنیا" قرار دی گئی ہے۔ اب مطلب صاف ہو گیا کہ یہ ایسی "ترکِ دنیا" ہے جس میں اُمورِ معیشتِ ضروریہ ترک نہیں ہوتے لیکن بفوائے آیتِ قرآن:- "اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ط" (سورۃ التوبۃ-111)

ترجمہ:- بے شک اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے اُن کی جانیں جنت (دیدار) کے بدلے خرید لی ہیں) طالبانِ مولیٰ محصور فی سبیل اللہ ہو جاتے ہیں۔

اِن ارفع و اعلیٰ صاف و صریح بیانات کی روشنی میں مخالفین کے اعتراضات خود بخود رفع ہو رہے ہیں اور ثابت ہو رہا ہے کہ یہ اعتراضات محض اسرارِ دین سے نابلد رہنے کا نتیجہ ہیں۔

در مسلماناں مجو آں ذوق و شوق ☆☆☆ آں یقیں آں رنگ و بو ،آں زوق و شوق

عالماں از علمِ قرآں بے نیاز ☆☆☆ صوفیاں درندہ گرگ و مودراز

گرچہ اند خانقاہاں ہائے دہوست ☆☆☆ کوچۂ نمرودے کہ صہباد کددست

ہم مسلماناں افسرنگی مآب ☆☆☆ چشمۂ کوثر بجویند از سراب

بے خبر از سرِ دیں اند ایں ہمہ ☆☆☆ اہلِ کیں اند اہلِ کیں انداں ہمہ

اہلِ دیں را باز داں از اہلِ کیں ☆☆☆ ہمنشینِ حق بجو با اُو نشیں

(اقبالؒ)

حاصل یہ کی امامنا علیہ السلام نے بحکمِ خدا، عشق و محبت کی ایسی زندگی کی تعلیم دی ہے جس کی مثال انبیاءؑ کی زندگی اور خاص جلیل القدر صحابہؓ اور اصحابِ صفہؓ و اولیائے کرامؒ کی زندگی ہے۔اِن تعلیمات پر اور آپؑ کے متبعین نے بدرجۂ کمال عمل کرکے دِکھلایا اور قیامت تک بقدرِ ہمت و توفیقِ ایزدی آپؑ کے متبعین عمل کرتے پائے جائیں گے۔

و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

آنکہ حیی لایموت آمد حق است ☆☆☆ زیستن با حق حیاتِ مطلق است

(اقبالؒ)

☆☆☆☆☆